© rasailojaraid.com

"صاحب" کی امامت

ہم نے تعلیم گاہوں میں فرنگی پروفیسروں کی امامت قبول کی اور انھوں نے ہماری نئی نسلوں کو دل و دماغ کے اعتبار سے مرتد بنا کر چھوڑ دیا۔ ہم نے تمدن و معاشرت میں "صاحب" کو امام بنایا اور انھوں نے ہمارے گھروں تک کے نقشے بدل ڈالے' حتیٰ کہ ہماری عورتیں تک ان کی عنایت سے اس شان کے ساتھ پھرنے لگیں جس کے ساتھ کبھی ہمارے ہاں کی زنان بازاری بھی پھرنا پسند نہ کرتی تھیں۔ ہم نے قانون میں "صاحب" کی امامت تسلیم کی اور انھوں نے ہم کو وہ قانون دیا جس کی بدولت ہمارے حلال و حرام کے معیار تک بدل گئے' اخلاقی قدریں تک الٹ گئیں' ہمارے نوجوانوں کی آنکھیں اب یہ سن کر حیرت سے پھٹ جانے لگیں کہ زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے ہیں' اور چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے' اور شراب پینے والا ایسا مجرم ہے کہ اس کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جانے چاہییں۔ ہم نے معیشت میں "صاحب" کی امامت مانی تو انھوں نے ہم پر وہ نظام معاشی مسلط کیا جس کی بدولت ہمارے ہاں سود کی حرمت ہی مشتبہ ہو کر رہ گئی' لوگوں کے دماغ یہ سمجھنے سے عاجز ہو گئے کہ یہ لاٹری' یہ انشورنس' یہ بنکنگ بھی کوئی حرام چیزیں ہیں۔ حتیٰ کہ ہماری قوم میں وہ طبقہ پیدا ہوا جس کے لیے زکوٰۃ حرام اور سود حلال ہے۔ ہم نے "صاحب" کو سیاست میں امام مانا تو انھوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ہم کو غلامی کی مکمل ٹریننگ دی اور ہمیں اتنا ذلیل بنا دیا کہ ہزار برس کے غلام تو اپنی حکومت کے خواب دیکھ سکتے ہیں مگر ہم میں یہ خواب دیکھنے کی بھی جرات نہ رہی۔

اب ہمارے دل میں دنیائے اسلام اور وطن عزیز کی آزادی کا درد اٹھا بھی تو وہ اس فتنہ سامانی کے ساتھ اٹھا کہ "صاحب" کے بجائے ہم "لالہ و پنڈت" کے آگے دست بیعت دراز کر رہے ہیں۔ اس کی ابھی ابتدا ہے اور ابھی سے بس بھری فصل کٹنی شروع ہو گئی ہے ------ ان نتائج کو دیکھ لینے کے بعد اس منبع فتنہ و ضلالت سے جس کا نام امامت غیر مسلم ہے' کسی خفیف سے خفیف درجے میں بھی مصالحت کا خیال نہیں کیا جا سکتا --- کیا ان کروڑوں کلمہ گوؤں کی آبادی میں سے چند مردان حق بھی ایسے نہ نکلیں گے جو کھڑے ہو کر صاف صاف اعلان کر دیں کہ اطاعت اور اتباع صرف اللہ اور اس کے قانون کے لیے ہے' اور جو اس قانون کو نہیں مانتا اس سے ہماری جنگ ہے' خواہ وہ باہر سے آیا ہو یا اسی سرزمین سے ابھرا ہو؟

(اشارات' سید ابوالاعلیٰ مودودی' **ترجمان القرآن**' جلد ۱۴' عدد ۱' محرم ۱۳۵۸ھ' مارچ ۱۹۳۹ء' ص ۱۱۔ ۱۳)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

خودکشی، خودسوزی اور مسلم معاشرے کا بگاڑ

پروفیسر خورشید احمد

بلاشبہ قرآن پاک کے اعجاز اور اس کی انفرادیت کے بے شمار پہلو ہیں جن پر اہل علم نے سیر حاصل کلام کیا ہے اور اس کے نئے نئے پہلوؤں پر ہمیشہ غور و فکر اور کلام و بیان کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس وقت قرآن کے بیان کردہ ایک ایسے بدیہی اصول کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے جو انسانی تاریخ کے دینی، قانونی اور عمرانی ادب میں منفرد اور بے مثال ہے یعنی:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً ط (المائدہ ۵:۳۲) جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا، کسی اور وجہ سے قتل کیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

انسان خدا کی زمین پر اس کا خلیفہ اور نمایندہ ہے۔ اس کی جان بھی ایک امانت ہے اور ہر انسان تمام انسانوں کے جان و مال کا امین اور محافظ ہے، اور خود اپنی جان اور اپنے مال کا بھی امین اور محافظ ہے، اور صرف اللہ کے قانون کے مطابق تصرف کا حق اور اختیار رکھتا ہے۔ اللہ کی شریعت کا بنیادی مقصد ہی دین کی حفاظت کے ساتھ جان، مال، آبرو، عقل اور مال کی حفاظت ہے اور اسلام کا تعزیری نظام اسی بنیادی مقصد کے تحفظ کا ضامن ہے۔ اسلام نے انسانی جان کے احترام کو اہمیت دی ہے۔ اس کی بنا پر زندگی کے احترام کو اس کے اخلاقی، تمدنی اور قانونی نظام میں مرکز اور محور کی حیثیت حاصل ہے اور حقوق العباد میں سرفہرست انسان کی جان کا تحفظ و احترام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط (الانعام ۶:۱۵۱) اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھیرایا ہے، ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دوسروں اور خود اپنی جان کی حفاظت اور احترام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ (النساء ۴:۲۹) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین مانو کہ اللہ تمھارے اوپر مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہاں دوسروں کی جان کو بلاحق تلف کرنے کی ممانعت ہے وہاں خود اپنی جان لینے کی حرمت بھی واضح کر دی گئی ہے۔ یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی واضح ہو جاتی ہے۔ آپ ؐ نے خودکشی کرنے والے کی سزا جہنم بتائی ہے:

جس نے اپنے آپ کو لوہے (یعنی دھار والے آلے) سے قتل کیا تو وہ لوہا جہنم میں اس کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ ہمیشہ اسے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو زہر کھا کر ہلاک کیا جہنم میں اس کے ہاتھ میں زہر ہو گا' وہ اس سے ہمیشہ اپنے آپ کو ہلاک کرتا رہے گا۔

فقہا نے اسے حرام موت قرار دیا ہے۔ احکام القرآن کے مولف ابوبکر الجصاص نے سورۃ النساء کی مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں خودکشی کو سنگین جرم اور اللہ پر ایمان کے منافی قرار دیا ہے اور تقریباً تمام فقہی مذاہب میں خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اگر خودکشی کرنے والا مرجائے تو کوئی سزا نہیں کیونکہ موت سے سزا ساقط ہو جاتی ہے لیکن بچ جانے کی صورت میں بطور تعزیر سزا ہے اور موت کی صورت میں بھی کچھ فقہا کی نگاہ میں (امام شافعیؒ اور امام احمد) خودکشی کرنے والے کے مال میں کفارہ لازم ہے۔ نیز اس جرم میں شریک کو بھی سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ خواہ اس نے شرکت بذریعہ تحریص کی ہو یا اس نے اتفاق کرتے ہوئے اعانت کی ہو۔ (ملاحظہ ہو' التشریع الجنائی الاسلامی' از عبدالقادر عودہ شہید' ترجمہ اسلام کا فوجداری قانون' جلد اول' ص ۵۳۶-۵۳۸)

خودکشی کی یہ حرمت ایمان باللہ' عقیدہ آخرت اور اسلام کے مزاج کا لازمی تقاضا ہے۔ اللہ کو خالق' رب اور صاحب امر و قدر مان لینے کے بعد انسان کے لیے جان' مال' وقت ہر چیز ایک امانت' ایک مہلت اور ایک امتحان بن جاتی ہے۔ جان' مال اور آبرو کی حرمت کوئی وقتی مصلحت نہیں بلکہ دین کی بنیادی اقدار ہیں۔ اچھے اور برے حالات' دولت اور عسرت' فراوانی اور تنگی' صحت اور بیماری' قوت اور ضعف' کامیابی اور ناکامی یہ سب آزمایش اور امتحان بن جاتے ہیں جن سے صحیح صحیح گزرنے میں دنیا اور آخرت کی اصل کامیابی ہے۔ صلاحیت' وسائل' مواقع کا فرق قدرت کا قانون ہے اور انسان کا امتحان ہر اس حالت میں ہے جس میں وہ ڈالا گیا ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بَعْضاً سُخْرِيًّا ط وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (الزخرف ۴۳: ۳۲) دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔ اور تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (ان کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ ط (الانعام ۶:۱۶۵) وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیے، تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمھاری آزمایش کرے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (البقرہ ۲: ۱۵۵-۱۵۶) ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمایش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے" انھیں خوش خبری دے دو۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ (الانبیاء ۲۱:۳۵) اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمایش کر رہے ہیں۔ آخرکار تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

ایمان باللہ، عقیدہ آخرت اور اسلام کے نظام زندگی کا مرکزی پیغام ہی زندگی کے امتحان اور آزمایش ہونے کا تصور ہے جس میں خیر اور شر، دولت اور غربت، عطا اور محرومی دونوں صورتیں آزمایش کی صورتیں ہیں۔ کہیں دے کر آزمایا جا رہا ہے اور کہیں لے کر۔ دونوں حالتوں میں اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق کوشش اور جدوجہد اور نتائج پر قناعت اور شکر، یہی اسلامی زندگی کی امتیازی شان ہے:

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا خواہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

خودکشی یا اپنے ہاتھوں اپنی جان کو تلف کرنا اللہ پر ایمان اور جان کے اللہ کی امانت ہونے کے تصور کے منافی ہے۔ یہ انسانی زندگی کے تقدس کے اسلامی اصول کی ضد ہے۔ یہ اللہ پر بھروسے اور اس سے امید، دعا اور طلب کی نفی ہے۔ یہ صبر اور استقامت کے احکام سے متصادم ہے۔ یہ ہمت ہار دینے اور مایوسی کی پیداوار ہے جسے قرآن کفر کی علامت قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خودکشی تو درکنار، موت کی خواہش تک کو اسلام نے منع کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مومن کا معاملہ عجیب و غریب ہے۔ اس کا تو ہر معاملہ اس کے حق میں سراپا خیر ہوتا ہے۔ اور یہ بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مومن کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اگر اسے خوشی اور راحت پہنچے تو شکر ادا کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے خیر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے، تو یہ بھی اس کے لیے سراسر خیر ہوتا ہے (مسلم)۔

مومن کو اپنی اولاد اور اپنے اعزہ کے سلسلے میں رنج و مصیبت پہنچتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے رب سے اس حالت میں ملتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا (موطا امام مالک)۔

تم میں سے کوئی شخص اس تکلیف و ضرر کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہو موت کی تمنا نہ کرے (بخاری، مسلم)۔

آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالٰی کا ارشاد ہے: "اے آدم کے بیٹے! اگر تو نے صدمے کے شروع میں صبر کیا اور میری رضا اور اجر و ثواب کو پیش نظر رکھا تو میں تیرے لیے جنت سے کم اور اس کے سوا کسی اجر و ثواب پر راضی نہ ہوں گا۔

یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے اور تمدن میں خودکشی کے واقعات شاذ شاذ ہی رونما ہوتے ہیں۔ ہر دور میں مسلمان ہی وہ قوم ہے جس کے یہاں خودکشی کا تناسب نہ ہونے کے برابر رہا ہے۔ فلپ کے ہٹی (Philip K. Hitti) نے اپنی کتاب تاریخ عرب (History of the Arabs) میں اپنے اس استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں خودکشی کی کوئی روایت موجود نہیں۔ آج بھی دنیا میں خودکشی کے بارے میں جو بھی تحقیق ہوئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ساری خرابیوں اور بیرونی تہذیبی اثرات کے باوجود اس کا رواج مسلم معاشرے اور ممالک میں سب سے کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ "Social Forces" مطبوعہ جون ۱۹۸۹ء میں شائع شدہ ایک شماریاتی رپورٹ میں ہلز سمپسن اور جارج کنکلن، اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ:

> آبادی میں مسلمانوں کی فی صد تعداد کسی قوم کی خودکشی کی شرح سے منفی نسبت رکھتی ہے اور یہ حقیقت معاشی، اجتماعی اور آبادیات کے عوامل کے جدید ہونے کے باوجود قائم رہتی ہے۔ (Vol 64, No. 4, pp 945-964)

یہ اسلام کی فطرت اور اس کے تاریخی اور تہذیبی کردار کے عین مطابق ہے۔ اسلام نے ایک طرف ایمان اور عقیدہ توحید و آخرت پر مبنی تصور حیات اور زندگی کے امتحان اور آزمایش ہونے کے نظریے پر انفرادی اور اجتماعی اخلاق کی صورت گری کی، تو دوسری طرف ایسا اجتماعی نظام اور کفالت عامہ کا انتظام کیا کہ افراد زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے کے لیے سہارا بنیں اور خاندان، معاشرہ اور ریاست وہ حالات پیدا کریں جن میں فرد زندگی کے تلخ تھپیڑوں کا مردانہ وار مقابلہ کر سکے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پس منظر میں پاکستان میں حال ہی میں خودکشی اور خود سوزی کے جو واقعات رونما ہو رہے ہیں اس پر صرف تشویش اور غم و غصے کا اظہار کافی نہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس صورت حال کا گہرائی میں جا کر تجزیہ کیا جائے، اسباب کا تعین کیا جائے اور اصلاح کے لیے موثر اقدامات کیے جائیں۔ یہ رجحان ہمارے ایمان، ہمارے عقیدے، اور ہماری تاریخی روایت کی ضد ہے اور ان کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے اور اسے سہل انگاری سے نظرانداز کر دینا ایک مجرمانہ غلطی ہو گی جسے خدا اور تاریخ معاف نہیں کریں گے۔

جنگ لندن کی ۴ فروری ۱۹۹۹ کی اشاعت میں مظفر گڑھ میں دو بہنوں کی خودکشی کی خبر ہے جنھوں نے فاقے سے تنگ آکر اپنے بوڑھے باپ کے گھر لوٹنے کا انتظار کیے بغیر اپنے ہی دوپٹوں سے خودکشی کر لی۔ ۷ فروری کے اخبار میں مصطفیٰ آباد کے شادی شدہ بے روزگار نوجوان کی خودکشی کی خبر ہے۔ اس سے ذرا پہلے گوجرانوالہ کے نوجوان کی خود سوزی کی اطلاع ہے۔ ۱۶ جنوری کے اخبارات میں عارف والہ کے نو بچوں کے باپ کی عین عید سے چند دن قبل خودکشی کا ذکر ہے۔ اس سے چند دن پہلے حیدر آباد کے سرکاری ٹرانسپورٹ کے دو ملازمین کی مہینوں سے تنخواہ نہ ملنے پر خود سوزی اور خود لاہور میں وزیراعظم کی کھلی کچہری کے سامنے کراچی کے چمن زیب کی وحشت ناک خود سوزی کی خبریں ہیں۔ انجمن حقوق انسانی سندھ نے پچھلے چند مہینوں کے جو اعداد و شمار اپنی ایک رپورٹ (جسارت، ۱۹ جنوری ۱۹۹۹) میں دیے ہیں، ان میں صرف چند بڑے بڑے شہروں میں غربت، بے روزگاری اور فقر و فاقہ سے تنگ آکر خودکشی کرنے والوں کی تعداد ۲۶۰ بتائی گئی ہے: حیدر آباد میں ۲۲، فیصل آباد ۹، ملتان ۷۹، لاہور ۵۷، راولپنڈی ۶۴، پشاور ۱۱، اسلام آباد ۵، اور کوئٹہ ۳۔ یہ اعداد و شمار حالات کی مکمل تصویر کشی نہیں کرتے۔ ان کی حیثیت نمونے اور مثال کی ہے جن سے مرض کی شدت اور ہولناکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور جن پر ہر باغیرت انسان اور پوری پاکستانی قوم کا سر شرم سے جھک جانا چاہیے۔

" یہ صورت حال ایک خطرناک اخلاقی بگاڑ کی نشاندہی کر رہی ہے جس کے بارے میں گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد، میلاد النبیؐ کے جلوسوں کی رونق اور حج اور عمرے کی کثرت سے قوم اور اس کی دینی اور اجتماعی قیادت کو کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ دین کا علم، اسلامی احکام سے کماحقہ واقفیت اور بحیثیت مجموعی ان احکام کی پاسداری کے سلسلے میں جو کمی ہے وہ ایک وبا اور عمومی بلوے کی سی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ خودکشی جیسی قبیح اور قابل نفرت حرکت، ایک عام سی چیز سمجھی جانے لگی ہے۔ خود سوزی کو بھی احتجاج کی ایک قابل قبول شکل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اور کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والوں کو ہیرو تک بنا کر ابھارا جا رہا ہے۔ حالات کتنے ہی خراب ہوں' اور بلاشبہ وہ بہت خراب ہیں' لیکن مسلم معاشرے میں احتجاج اور اصلاح کی کچھ حدود ہیں' جن کو پامال کر کے ہم بگاڑ کو بڑھا تو سکتے ہیں' حالات کو درست نہیں کر سکتے۔ اس لیے سب سے پہلے اخلاقی پہلو کے حوالے سے خودکشی اور ایسی ہی دوسری قبیح حرکتوں کے سلسلے میں جو اسلامی احکام اور اصلاح احوال کے اسلامی طریقے ہیں' ان کی تعلیم اور ان پر عمل کی انفرادی اور اجتماعی کوشش وقت کی اولیں ضرورت ہے۔ حکومت' اخبارات' میڈیا' علما' اساتذہ' سماجی کارکن' سیاسی قیادت' سب کا فرض ہے کہ مسلم معاشرے کی بنیادی اقدار کے تحفظ کی فکر کریں' اسلامی تعلیمات کو عام کریں' لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت و تعلیم پر توجہ دیں۔ گھر' محلہ' مسجد' اسکول' بازار' غرض ہر جگہ بنیادی اسلامی اقدار کے احیا اور باہم تعلیم و تلقین کا اہتمام کریں' اور جن اقدار اور روایات کی چودہ سو سال سے حفاظت کی ہے اور جو ہماری دینی اور تہذیبی شناخت ہیں ان کی فکر کریں۔ اس کے لیے رجوع الی اللہ' آخرت کا خوف' تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی ضرورت ہے جو ہم میں سے ہر فرد--- ہر مسلمان مرد اور عورت کی ذمہ داری ہے۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے فرشتے نہیں آئیں گے' یہ ہماری ذمہ داری ہے اور ہم سے اس کے بارے میں بازپرس ہو گی۔

اخلاقی پہلو کے ساتھ ساتھ اس امر پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر ایسے حالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں کہ لوگ خودکشی اور خود سوزی جیسے قابل نفرت اور دنیا اور آخرت دونوں کو خراب کرنے والے اقدام پر مجبور ہو رہے ہیں۔ دینی شعور کو بیدار کرنا' صبر و استقامت کی تلقین' ایمان کی آبیاری اور اخلاقی قوت کی تعمیر اپنی جگہ --- اور بلاشبہ یہ سب باتیں بہت اہم اور بنیادی حیثیت رکھتی ہیں --- لیکن ان کے ساتھ ساتھ ملک کے اجتماعی نظام کی اصلاح بے حد ضروری ہے تاکہ معاشرے میں ظلم و استحصال کا خاتمہ ہو' ملک کے غریب عوام کے مسائل سے اغماض اور بے توجہی دور ہو' ذمہ دار افراد کی غیر ذمہ داریوں اور غلط کاریوں پر پکڑ ہو' معاشرے کے اہل ثروت اور مترفین کی مستحقین کی طرف سے چشم پوشی ختم ہو اور حکومت کی بے راہ روی اور مجرمانہ پالیسیوں پر احتساب ہو۔

اسلام نے جہاں ایمان اور اخلاق کے اسلحے سے بگاڑ کی قوتوں کا صبر و ہمت کے ساتھ مقابلہ کرنے کا درس دیا ہے وہیں وہ اجتماعی زندگی میں ایسی بنیادی اور انقلابی اصلاحات کا داعی ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے صحت مند اور پاک زندگی (حیات طیبہ) کی راہیں ہموار کر سکیں اور معاشرے اور تمدن سے ان ناانصافیوں' بے اعتدالیوں اور ناہمواریوں کا ازالہ کر سکیں جو خودکشی اور خود سوزی جیسے قبیح اقدامات کا سبب بنتے ہیں۔ معاشرے میں ظلم' حق دار کو اس کے حق سے محروم رکھنا' عام انسانوں کی بنیادی ضروریات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا عزت سے پورا نہ ہونا' دولت کا چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جانا' بے روزگاری اور مہنگائی کے عفریت کا دندناتے پھرنا' ارباب حکومت کی شاہ خرچیاں اور عوام کی ضروریات سے غفلت--- یہ سب وہ چیزیں ہیں جو اجتماعی بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اور ان کی اصلاح کے بغیر صرف اخلاقی تلقین سے مطلوبہ تبدیلی نہیں آ سکتی۔ دونوں کا ساتھ ساتھ بروئے کار آنا ہی اصلاح کا ضامن ہو سکتا ہے اور یہی اسلام کا بتایا ہوا منہج اور راستہ ہے۔

پاکستان کی حالت آج یہ ہے کہ چار کروڑ سے زیادہ انسان افلاس کا شکار ہیں۔ سات کروڑ افراد کو صاف پینے کا پانی میسر نہیں۔ ساڑھے سات کروڑ علاج معالجے کی سہولتوں سے محروم ہیں۔ آزادی کے وقت دنیا کی نگاہیں قیادت کے لیے پاکستان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ آج عالم یہ ہے کہ ۱۷۴ ممالک میں غربت اور انسانی وسائل میں محرومی کے اعتبار سے ہمارا نمبر ۱۳۴واں ہے۔ یعنی ہم غریب اور پست ترین ۴۰ ملکوں میں سے ایک ہیں اور قرض کا بوجھ قومی پیداوار کے ۹۱ فی صد سے زیادہ ہو گیا ہے اور اس قرض پر صرف سود کی مد میں اس سال قومی بجٹ کا ۴۵ فی صد یعنی ۲۴۵ ارب روپے ادا کرنا ہو گا جب کہ غربت دور کرنے' تعلیم پھیلانے' صحت و صفائی کا اہتمام کرنے کے لیے جو وسائل درکار ہیں وہ سب عالمی اور ملکی ساہوکاروں کے پیٹ کا جہنم بھرنے کی نذر ہو رہے ہیں۔ ترقیاتی مصارف میں برابر کمی ہو رہی ہے۔ بے روزگاری روز افزوں ہے اور محتاط اندازوں کے مطابق اس وقت ۵۲ سے ۶۰ لاکھ افراد مکمل طور پر اور مزید ایک سے سوا کروڑ افراد جزوی طور پر بے روزگار ہیں اور ملک کی معاشی پالیسیوں کے نتیجے میں نئے روزگار فراہم ہونے کی بجائے برسر روزگار افراد ہی کی مزید چھانٹی ہو رہی ہے۔

ایک طرف عام انسانوں کے یہ حالات ہیں تو دوسری طرف ۶۰ فی صد زرعی زمین پر صرف ۶ ہزار بڑے بڑے خاندان قابض ہیں جو ہر قسم کے آمدنی اور دولت ٹیکس تک سے مستثنیٰ ہیں۔ نئے سرمایہ داروں کے دو ہزار خاندان ہیں جن کے ہاتھوں میں ساری قومی دولت مرکوز ہے۔ وہ ایک طرف بنک کاری نظام کے اربوں روپے کے نادہندہ ہیں تو دوسری طرف ملکی دولت سے ۶۰ سے ۱۰۰ ارب ڈالر بیرونی ملک لے جا چکے ہیں۔ حکومت کی شاہ خرچیوں میں کوئی کمی نہیں اور اس کی ساری تگ و دو نئے قرضوں کے حصول اور چند نمایشی کاموں تک محدود ہے۔ نہ خود انحصاری کی فکر ہے' نہ ظلم و استحصال کے نظام کو ختم کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی جا رہی ہے۔ غربت اور افلاس کے خلاف جنگ' دولت کی ناہمواریوں کو کم کرنا اور اجتماعی کفالت کے ایک ایسے نظام کا قیام جو ملک کے تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات فراہم کر سکے اور وہ زندگی کی دوڑ میں آزادی کے ساتھ شریک ہو سکیں' یہ سارے امور نہ آج کی حکومت کے ایجنڈے پر کوئی اہمیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتے ہیں نہ کل تک حکمرانی کرنے والوں کو ان کی فکر تھی۔ حالانکہ پاکستان کی بقا اور اس کے استحکام کا انحصار نظام کی تبدیلی اور ان اسباب کے دور کرنے پر ہے جو قوم میں مایوسی' بے اعتمادی اور منفی اقدامات کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اسلام کے نظام کی امتیازی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ فریاد سے پہلے داد رسی کا انتظام کرتا ہے اور حکمرانی کی جگہ خدمت کو ہر سطح پر قیادت کی اصل ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

> جس شخص نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کی ذمہ داری قبول کی اور پھر اس نے ان کے ساتھ خیر خواہی نہ کی اور ان کے کام انجام دینے میں خود کو اس طرح نہ تھکایا جس طرح وہ اپنی ذاتی ضرورت کے لیے خود کو تھکاتا ہے تو خدا ایسے شخص کو منہ کے بل جہنم میں گرا دے گا۔

پاکستان کے مسلم معاشرے کے بگاڑ میں اخلاقی اور روحانی اسباب کے ساتھ ساتھ اجتماعی نظام کے فساد کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اسلام نے جو تکافل اجتماعی کا نظام قائم کیا ہے وہ مسلمان مرد و عورت کے ساتھ مسلم خاندان' مسلم معاشرے اور اجتماعی خلافت سے عبارت ہے۔ یہ چار ستون ہیں جن پر اسلامی نظام زندگی قائم ہوتا ہے اور آج ان چاروں ہی کا حال دگرگوں ہے۔

قرآن نے کامیاب فرد اور ناکام فرد اور کامیاب زندگی اور ناکام زندگی کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا ادا کرنا لازم قرار دیا گیا ہے' بلکہ ایک حیثیت سے حقوق اللہ کے مقابلے میں حقوق العباد کی ادائیگی کچھ زیادہ ہی اہم قرار دی گئی ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کمی یا غفلت کو رب رحیم و غفور معاف بھی کر دے گا مگر حقوق العباد کے بارے میں جب تک وہ معاف نہ کریں جن کے حقوق پامال کیے گئے ہیں' اللہ رب العزت جو عادل اور صاحب قسط ہے ان حق تلفیوں کو معاف نہیں کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: "میری امت میں غریب وہ ہو گا جو قیامت کے دن' نماز' روزے' زکوٰۃ اور دوسرے نیک اعمال کا پشتارہ لیے حاضر ہو گا مگر اس نے کسی کی بے عزتی کی ہو گی' کسی پر الزام تراشی کی ہو گی' کسی کا مال اور حق ہڑپ کیا ہو گا' کسی کا خون بہایا ہو گا' اور کسی کو تکلیف پہنچائی ہو گی اور پھر اس کی تمام نیکیاں ان لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی جن کے حقوق پر اس نے دست درازی کی ہو گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ اس کے کھاتے میں منتقل کر دیے جائیں گے اور آخر کار وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا"۔

جس معاشرے میں حقوق العباد ادا کیے جا رہے ہوں اس میں غربت' افلاس' ناداری' ظلم اور استبداد نہیں پنپ سکتے۔ اس میں غریب غریب تر اور امیر امیر نہیں ہو سکتے۔ اس میں ایک طرف دولت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فراوانی اور نمائش اور دوسری طرف غربت، بھوک اور جہالت ممکن نہیں، اس لیے کہ اسلام نے اپنے اجتماعی نظام کو انفاق، اخوت، تعاون باہمی اور انصاف کی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ مسلم خاندان اجتماعی کفالت کا ایک نظام ہے۔ مسلمان محلے اور بستی کے کچھ حقوق اور ذمہ داریاں ہیں جن کے بغیر وہ مسلم معاشرے کا حصہ نہیں بنتے اور پھر مسلمان حکومت اور ریاست کے کچھ فرائض ہیں اور ان فرائض کی ادائیگی کے بغیر کوئی خاندان، کوئی معاشرہ اور کوئی حکومت حقیقی معنوں میں اسلامی اور مسلم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ قرآن نے تو ہمیں جس دین کی طرف بلایا ہے وہ یہ ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ ۲: ۱۷۷) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال، رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر، اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

اس کے برعکس یوم آخرت کا انکار کرنے والے اور ناکام لوگ وہ ہیں جن کا یہ حال ہو کہ:

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ (الماعون ۱۰۷: ۱-۳) تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔

يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِىْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (المدثر ۷۴: ۴۰-۴۶) وہ مجرموں سے پوچھیں گے "تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟" وہ کہیں گے "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے، اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے۔

ناکام وہ ہے جو دولت کو جمع کرے، حق دار کا حق ادا نہ کرے تو دولت کے یہ ڈھیر اس کے کچھ بھی کام نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آئیں گے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لا فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ o یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ط ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ o (التوبہ ۹: ۳۴-۳۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان اہل کتاب کے اکثر علما اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ دردناک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا--- یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

مسلم معاشرے کی بنیاد ہی انفاق اور قرابت داروں، ہمسایوں اور ضرورت مندوں کے حق کی ادایگی پر ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا o اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا o (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۶-۲۷) رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (البقرہ ۲: ۱۸۸) اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمھیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

اسلام کا تقاضا ہے کہ ہر گھر اور ہر محلہ اجتماعی تکافل کی ایک اکائی بن جائے اور باہم خیر خواہی اور ایک دوسرے کی پاسداری سے زندگی گزارے تاکہ وسائل حیات سے کوئی محروم نہ رہے۔ کوئی کسی کا محتاج نہ ہو۔

کس نبا شد در جہاں محتاج کس
نکتۂ شرعِ مبین این است و بس

ترجمہ: دنیا میں کوئی شخص محتاج نہ ہو، یہی شریعت کا اصل نکتہ بس یہی ہے۔

بھوک، ظلم، ناہمواری اور محتاجی سے وہی معاشرہ نجات پا سکتا ہے جو قرآن کے بتائے ہوئے طریقے پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی چمن بندی کرے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۙ (النساء ۴: ۳۶-۳۷) اور تم سب اللہ کی بندگی کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ' ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو' قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ' اور پڑوسی رشتے دار سے' اجنبی ہمسایے سے' پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمھارے قبضے میں ہوں' احسان کا معاملہ رکھو' یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔ اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں' جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کافر نعمت لوگوں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جو شخص اس حال میں راستہ گزارے کہ وہ تو شکم سیر ہو مگر اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اس کے بھوکے ہونے کا علم بھی رکھتا ہو تو وہ مومن نہیں۔ اس معاملے میں اسلام تو اتنا حساس ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اپنے پڑوسی کو اپنے پکے ہوئے کھانے کی خوشبو سے تکلیف نہ دو' اگر تم ان کھانوں میں سے کچھ اسے دے نہیں سکتے' نیز یہ کہ جب پھل خریدو تو اپنے پڑوسی کو بھی تحفہ بھیجو اور اگر نہ بھیجنا چاہو تو اسے چھپا کر اندر لے جاؤ۔ تمھارا بچہ بھی اسے لے کر باہر نہ نکلے تاکہ پڑوسی کا بچہ اسے دیکھ کر رنجیدہ نہ ہو جائے۔

واضح رہے کہ پڑوسی محض ملحقہ گھر ہی کے لیے نہیں بلکہ احادیث و آثار کی روشنی میں چالیس گھر اور کچھ کی رائے کے مطابق چاروں اطراف کے چالیس گھر کے لوگ پڑوس ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس بستی میں ایک شخص بھی رات کو بھوکا سو جائے اللہ تعالیٰ اس بستی سے اپنی حفاظت کا ہاتھ اٹھا دیتا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ "اگر کوئی شخص بھوکا سو جائے تو جان لو کہ کسی اور نے اس کا حق دبا رکھا ہے"۔ فقہا نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کسی بستی میں کوئی شخص بھوک سے مر جائے اور اہل بستی کے علم میں یہ بات ہو کہ وہ بھوک سے مرا ہے اور انھوں نے اس کی بھوک مٹانے کا کوئی بندوبست نہیں کیا تو اس بستی کے لوگوں سے اس شخص کی موت پر دیت لی جائے۔

یہ تو ہے ایک مسلمان معاشرے کی شان۔ لیکن آج ہمارا کیا حال ہے کہ مترفین دولت میں جھول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے ہیں اور انھی کے محلوں میں لوگ فاقوں سے تنگ آ کر خودکشی کر رہے ہیں۔ نہ اجتماعی تکافل کا کوئی نظام ہے اور نہ اجتماعی احتساب کا۔

حالات کے اس بگاڑ کی سب سے زیادہ ذمہ داری ملک کی قیادت اور ارباب حکومت پر آتی ہے جو اس ظالمانہ نظام کے پشتی بان بنے ہوئے ہیں اور ملکی وسائل کو اصل حق داروں کی خدمت کے لیے استعمال کرنے کے بجائے اپنی شان و شوکت کے لیے بے تحاشا خرچ کر رہے ہیں۔ اسلام میں ریاست اور حکومت کی اولیں ذمہ داری ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کے لیے بنیادی ضروریات کی فراہمی کا بندوبست کریں۔ ملک کی اجتماعی دولت پر سب سے پہلا حق ملک کے غریبوں' مسکینوں' یتیموں اور مفلوک الحال انسانوں کا ہے اور یہ ان کا حق ہے' رعایت نہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (المعارج ۷۰: ۲۴-۲۵) اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔

دولت کی گردش پورے معاشرے میں ہونی چاہیے' محض دولت مندوں کے درمیان نہیں۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لا كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً م بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ط ○ (الحشر ۵۹: ۷) جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسولؐ اور رشتے داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ تمھارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

اسلام میں محاصل کے نظام کا مقصد ہی دولت کی منصفانہ تقسیم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: توخذ من اغنیاء ھم وترد الی فقراء ھم (بخاری) یہ ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو لوٹا دیے جائیں گے۔

خلافت راشدہ اس نظام کی عملی مثال تھی اور حضرت عمر فاروقؓ نے عملاً ایک ایسا اجتماعی تکافل کا نظام قائم کر دیا تھا جس میں کوئی بچہ' بوڑھا' مرد' عورت' مسلمان ہو یا نہ ہو بھوکا ننگا نہیں تھا۔ ایک ایک بچے کا روزینہ مقرر تھا اور وہ غیر مسلم جو اپنی ضروریات نہ پوری کر سکیں ان کا بھی بیت المال کفیل تھا۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ: "دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بازپرس کرے گا"۔

ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں یہ اصول بیان کیا ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محتسب کو چاہیے کہ اگر ملازم مردوں اور عورتوں پر زیادتی ہو رہی ہو تو اس کے مالکوں سے باز پرس کرے اور حکم دے کہ ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیں۔ اسی طرح اگر مالک اپنے (ملازموں ہی نہیں) جانوروں کو بھی پوری خوراک نہ دیں یا طاقت سے زیادہ کام لیں تو ان سے مواخذہ کرے۔

اور جب یہ نظام قائم ہو جاتا ہے تو پھر حقیقی خوش حالی رونما ہوتی ہے اور انسان شرف انسانیت کا نشان بن جاتا ہے۔ لیکن اگر اللہ کے راستے سے ہٹتے ہیں تو پھر سخت گرفت میں آتے اور ان کے مقدر میں خسارہ ہی خسارہ رہ جاتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (الاعراف ۷: ۹۶) اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر انھوں نے تو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انھیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔

آج پاکستانی معاشرہ جس عذاب میں مبتلا ہے، خودکشی کا روز افزوں رجحان اسی عذاب کی ایک صورت ہے۔ حرام موت کا یہ سلسلہ ہماری تاریخ میں پہلی بار اس انداز میں اور اس مقدار میں سامنے آ رہا ہے۔ بلاشبہ یہ نتیجہ ہے اللہ کے راستے سے ہٹنے کا اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں زمام کار دینے کا جو اللہ سے غافل اور اس کے بندوں کے مسائل و مصائب سے بے پروا ہیں۔ یہ حالات ایک دن کی پیداوار نہیں بلکہ پچھلے پچاس سال کے مسلسل بگاڑ کا نتیجہ ہیں۔ معاشرے میں خیر کی قوتیں بھی کارفرما رہی ہیں لیکن غالب قوت شر اور بگاڑ کی رہی ہے اور غلط پالیسیوں اور غلط کاریوں اور عوام کی غفلت اور سپراندازی نے حالات کو یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اب لوگ انقلاب اور بغاوت تک کی باتیں کرنے لگے ہیں اور عالم یہ ہے کہ ؎

وہ حبس ہے کہ لو کی دعا مانگتے ہیں لوگ

لیکن باد صرصر باد بہاراں تو نہیں ہو سکتی! علاج ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ کی طرف پلٹنا، اپنے گناہوں اور اپنی غفلتوں سے توبہ، شر اور ظلم سے مصالحت کی بجائے اس کا مردانہ وار مقابلہ اور انفرادی اصلاح اور اخلاقی قوت کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ایسی اجتماعی جدوجہد جس سے اس بگڑے ہوئے نظام اور اس کے ظالم کار پردازوں سے نجات پائی جا سکے اور ایک صالح نظام اور ایمان دار قیادت بروئے کار آ سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب نازل کر دے۔

جب کسی معاشرے میں فساد اور بگاڑ بلوہ عام کی شکل اختیار کر لے اور اہل خیر اپنا فرض انجام دینے

© rasailojaraid.com